حسنِ انتقاد

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

سید محمد ذوالکفل بخاری

قصوری خاندان

مؤلف: مولانا محمد اسحٰق بھٹی / ضخامت: ۲۱۸ صفحات / قیمت: ۷۰ روپے / ناشر: مکتبہ تعلیماتِ اسلامیہ۔ ماموں کانجن۔ فیصل آباد

قصوری خاندان، نام ور لوگوں کا خاندان ہے۔ مرحوم میاں محمود علی قصوری ایڈووکیٹ اور مسٹر معین الدین احمد قریشی (سابق نگرانِ وزیر اعظم) اس خاندان کے فرزند ہیں۔ محمود علی، معین قریشی کے چچا تھے۔ معین قریشی کے والد مولانا محی الدین احمد، بڑے فاضل آدمی تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بہت قریبی نیاز مندوں میں سے تھے۔ تذکرہ میں مولانا رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور ان کے نام مولانا کے خطوط کا مجموعہ "تبرکاتِ آزاد" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مولانا محی الدین احمد کے چھوٹے بھائی مولانا محمد علی ایم اے کینٹب کی شخصیت بھی علمی حلقوں میں چنداں محتاجِ تعارف نہیں۔ کیمبرج یونیورسٹی کے فارغ التحصیل تھے۔ مدت العمر تبلیغِ اسلام کا کام کیا۔ جنگِ عظیم اول کے زمانے میں یاغستان (قبائلی علاقوں) میں انگریز سامراج کے خلاف تحریکِ مزاحمت کو پروان چڑھاتے رہے تھے۔ غرضیکہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است! لیکن اس خاندان کے "نظامِ شمسی" میں آفتاب کا مقام مولانا عبدالقادر قصوری کو حاصل ہے۔ وہ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۳۰ء...... دس سال تک انڈین نیشنل کانگریس کی پنجاب کمیٹی کے صدر رہے۔ مجاہدینِ آزادی کے ہراول دستے میں یقیناً ان کا بھی نام آتا ہے۔ ان کی قومی اور دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اور انہی کی قائم کردہ روایات نے اس خاندان کو بقول مولانا ابوالکلام آزاد "خاندانِ سعادت" بنایا۔ محی الدین احمد، محمد علی اور محمود علی انہی کے فرزندانِ گرامی تھے۔

قصوری خاندان میں اسلامی اور مغربی علوم کی یکجائی نے واقعی ایک امتیازی شان پیدا کی تھی۔ برصغیر کی تحریکِ آزادی اور مسلمانوں کی دینی تعلیم و تربیت میں اس خاندان کی خدمات مسلم ہیں۔ مولانا محمد اسحٰق بھٹی کے قابلِ رشک حافظہ اور قابلِ داد اسلوبِ نگارش نے اس کتاب میں واقعات و حکایات اور تذکار و افکار سے وہ سماں باندھا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی قاری کی توجہ منتشر نہیں ہو پاتی۔

قصوری خاندان پڑھے لکھے لوگوں کا خاندان ہے اور پڑھے لکھے لوگوں کے متعلق قصور ہی کے بابا بلھے شاہ نے فرمایا تھا کہ

پاپڑھیاں توں نسدا ہاں میں، پا پڑھیاں توں نسدا ہاں!
عالم فاضل میرے بھائی، پا پڑھیاں میری عقل گوائی
پاپڑھیاں توں نسدا ہاں میں، پاپڑھیاں توں نسدا ہاں!

"پاپڑھیاں" سے ہمارا خیال فوراً معین قریشی صاحب کی طرف جاتا ہے..... نجانے کیوں؟

سوانح حیات مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ

مرتب: مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری / ضخامت: ۲۲۴ صفحات / قیمت: ۷۵ روپے / ناشر: جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن، فیصل آباد۔

۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء کو شام پانچ بجے، سیالکوٹ میں .... جب مولانا محمد ابراہیم میر رحمتہ اللہ علیہ کو سپرد خاک کیا جارہا تھا تو معلوم نہیں کسی کے ذہن میں میر کا یہ شعر بھی گونجا تھا یا نہیں

زنہار نہ جا پرورشِ دور زماں پر
مرنے کے لئے، لوگوں کو تیار کرے ہے

لیکن مرنے کے لئے کون تیار ہوتا ہے؟ کون تیار ہے؟ ہاں! کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ہیں۔

ع.... جو جانتے ہیں موت ہے سنت رسول کی!

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی انہی لوگوں میں سے تھے۔ ۸۲ برس کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کے نامۂ اعمال میں بے شمار و بے حساب نیکیاں تھیں۔ ظاہر بین آنکھ کے لئے تو ان کی ۸۴ کتابیں بھی بہت ہیں۔ قرآنیات، سیرت، سنت، فقہیات، تاریخ، قادیانیت، شیعیت، عیسائیت اور آریہ سماج دھرم کے حوالہ سے انہوں نے جو کچھ لکھا، جو کچھ کہا........ اس کے تذکرے اور اس کے جائزے کے لئے ہزاروں صفحات درکار ہوں گے۔ جبکہ مولانا محض "مولانا" نہیں تھے۔ تحریک پاکستان میں وہ علامہ شبیر احمد عثمانی کے ہمراہ پیش پیش تھے۔ بہت کامیاب مقرر اور بلا کے مناظر تھے۔ مسلکاً اہل حدیث تھے۔ بلکہ یکے از اکابر اہلحدیث! ان کی سوانح حیات میں شامل مولانا محمد اسحق بھٹی (زید مجدہ) کے مقالے کی یہ چند سطریں، میں آپ کو بھی پڑھوانا چاہوں گا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"جہاں تک مجھے معلوم ہے آزادیٔ وطن سے پہلے اور اس کے بعد برصغیر پاک و ہند کے صرف دو شہروں میں دو علمائے کرام سال میں تین مہینے دورۂ تفسیر قرآن پڑھانے کا التزام کرتے تھے، اور وہ تھے لاہور میں مولانا احمد علی اور سیالکوٹ میں۔ مولانا محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہم۔

یکم رجب سے رمضان کی آخری تاریخ تک یہ دونوں بزرگان عالی مقام فارغ التحصیل حضرات کو تفسیر پڑھاتے تھے، دور و نزدیک سے شائقین آتے اور ان کے درسِ قرآن میں شریک ہوتے تھے۔ اس میں فقہی مسلک کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ اہل حدیث طلبا، مولانا احمد علی صاحب سے اور حنفی طلباء مولانا محمد ابراہیم صاحب سے استفادہ کرتے تھے۔